۸ر جنوری ۱۹۷۴ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹
ایڈیٹر
آل احمد سرور
اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

جلد ۳۳ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۴۰

ادارِیہ

اردو گھر کے لئے ریاستی شاخوں سے اپیل

اردو گھر کی پہلی منزل اور دو بالائی منزلوں کی تعمیر ہو چکی ہے اب تیسری اور چوتھی منزل کی تعمیر باقی ہے۔ اس وقت تک ہم تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ خرچ کر چکے ہیں اور ابھی کم سے کم چار لاکھ کی اور ضرورت ہوگی۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں ہر چیز بے حد گراں ہو گئی ہے اور اس گرانی کا اثر اردو گھر کی تعمیر پر بھی پڑا ہے۔ اب تک انجمن نے اپنے سرمایہ محفوظ سے تقریباً دو لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے، حکومت ہند سے تین لاکھ ساٹھ ہزار مل چکے ہیں اور پچاس ہزار کے قریب عام عطیات سے ملا ہے۔ ہم نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ ہمیں کم سے کم ایک لاکھ کا مزید عطیہ دے اور ہمیں قوی امید ہے کہ یہ عطیہ بھی مل جائے گا لیکن تین لاکھ روپیہ ہمیں خود فراہم کرنا ہے۔ اس کے لئے ہماری کوششیں اسی وقت بار آور ہو سکتی ہیں جب ریاستی شاخیں ہماری مدد کریں۔ اب تک ریاستی شاخوں نے اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے، ہاں انفرادی طور پر مجلس عام کے کچھ ممبروں نے اور ریاستی شاخوں کے بعض کارکنوں نے ہماری مدد کی ہے۔ اگر ریاستی شاخیں اپنی کونسل یا مجلس عاملہ کا جلسہ طلب کر کے اپنے وسائل کی روشنی میں اپنا کوٹا مقرر کر لیں تو چند ماہ میں وہ آسانی سے اس کوٹے کی رقم اپنے علاقے سے جمع کر سکتی ہیں۔ اردو گھر صرف مرکزی انجمن کا دفتر نہیں ہوگا، یہ ہندوستان کی راجدھانی میں اردو کا مرکز ہوگا اور یہاں سے ہم پورے ملک میں نہ صرف اردو تحریک کی نگرانی کر سکیں گے بلکہ مرکزی حکومت، ریاستی حکومتوں اور عوام کو اردو کے حقوق تسلیم کرنے کے لئے آمادہ کر سکیں گے۔ اردو گھر انجمن ترقی اردو ہند کے، ہندوستان کی اردو بولنے والی آبادی کے اور اس شاندار اور جاندار زبان و ادب کے شایان شان ہونا چاہئے۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم محض ایک شاندار عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ایک ایسا مرکز بنانا چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے نہ صرف اردو زبان کی بقا اور ترقی کی پوری تحریک چلائی جا سکے، بلکہ جس کے ذریعہ سے اردو کے کلاسیکی اور دورِ عصر ادب کے شاہکار منظر عام پر آ سکیں اور جس کے کتب خانے میں اردو کی نادر کتابوں اور معیاری رسالوں کا ایسا ذخیرہ ہو جس سے تمام تحقیق کرنے والے استفادہ کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ حکومت سے مدد ملی ہے اور ملے گی اور اس مدد پر ہمارا حق ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اردو دوستوں کو عموماً اور انجمن کی ریاستی اور مقامی شاخوں کو خصوصاً آگے ہونا چاہئے تاکہ اس اردو گھر پر سب کا حق ہو اور اس سے سب فائدہ اٹھا سکیں۔ انجمن ترقی اردو ہند ستر سال سے اردو کی خدمت کر رہی ہے۔ یہ اردو کی

ضلعے وار نہیں ہے مگر بہر حال ہندوستان میں اردو دوستوں کی سب سے پرانی، سب سے وسیع اور سب سے اہم انجمن ہے۔ اس کی تاریخ سب پر روشن ہے۔ اس کی کارگزاری بھی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آج کل جب تک مالی وسائل کی طرف سے اطمینان نہ ہو اس وقت تک اچھے اور بنیادی کام انجام نہیں پا سکتے۔ انجمن اب تک زیادہ تر حکومت کی امداد سے چل رہی ہے۔ یہ امداد بھی ہمارا حق ہے اور اس کی وجہ سے ہماری آزاد پالیسی پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے مگر مناسب یہ ہوگا کہ انجمن کا خود اتنا سرمایہ ہو کہ وہ حکومت کی دست نگر نہ ہو۔ اس لئے سب سے پہلے ریاستی شاخوں کو اردو گھر کی تکمیل کے لئے آگے آنا چاہیے اور جلد سے جلد اپنا کوٹا مقرر کرکے چھ مہینے کے اندر چار لاکھ کی رقم فراہم کر دینی چاہیے۔ اس کے بعد انہیں انجمن کو خود کفیل بنانے کے لئے مناسب اقدامات کرنے چاہئیں۔ ہمیں اس کا احساس ہے کہ گرانی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے مگر اس کے باوجود ہمارا اصرار یہ ہے کہ اپنی زبان و ادب کی بقا اور ترقی کے لئے ہماری کوشش بہر حال جاری رہنی چاہیے اور اس غذائے روحانی کے لئے اتنا سرمایہ جمع کر دینا چاہیے کہ انجمن نہ صرف زبان کی تعلیم کے لئے خود ادارے قائم کر سکے بلکہ ادب کی ترقی کے لئے بھی تمام ضروری اقدامات کر سکے۔ ریاستی شاخوں کو علیحدہ بھی اس سلسلے میں لکھا جائے گا، مگر ہماری زبان کے ذریعہ سے پہلے یہ اپیل زیادہ مناسب معلوم ہوئی تاکہ ریاستی شاخوں کے علاوہ مقامی شاخیں اور عام اردو دوست بھی انجمن کی مزید امداد کر سکیں اور پہلے اردو گھر کی تکمیل کے لئے اور پھر انجمن کو خود کفیل بنانے کے لئے میدان عمل میں آ سکیں۔ اردو گھر کی تعمیر پر کم سے کم نصف رقم تو وہ ہونی چاہیے جو ہمیں اردو دوستوں سے ملے۔ مرکزی حکومت سے تو خاصی امداد مل ہی چکی ہے۔

رسالہ 'شاعر' کا قومی یک جہتی نمبر

اس خبر سے اردو دوستوں کو بڑی مسرت ہوگی کہ رسالہ شاعر بمبئی جو ... دہائی سے اردو ... کی نمایاں خدمت کر رہا ہے، ... ایک خاص شمارہ 'قومی یکجہتی نمبر' کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ اس شمارے میں قومی یکجہتی پر اردو اور دیگر ملکی زبانوں کے ممتاز ادیبوں، دانشوروں، ماہرین تعلیم اور مختلف الخیال سیاست دانوں کے عالمانہ اور مفکرانہ مضامین ہوں گے اور اردو کے سیکڑوں ادیبوں، شاعروں، دانشوروں اور صحافیوں کا قومی یک جہتی منشور ان کے دستخطوں کے ساتھ ہوگا۔ نیز قومی یک جہتی پر ہر پہلو سے مضامین کے علاوہ تازہ ترین منتخب نظمیں، افسانے اور ڈرامے بھی ہوں گے۔

اس نمبر کی ضخامت ساڑھے تین سو صفحے اور قیمت چھ روپے ہوگی۔ یہ نمبر مکتبہ قصر الادب پوسٹ بکس ۵۳۲۶ بمبئی ۴۰۰۰۰۸ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

• نامہ نگار

پروفیسر اعجاز حسین کو صدمہ

علمی و ادبی حلقوں میں یہ معلوم ہو کر افسوس ہوگا کہ پروفیسر اعجاز حسین سابق صدر شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی کی اہلیہ محترمہ کا ۲۹ دسمبر ۷۶ء کو الہ آباد میں انتقال ہو گیا۔

ادارہ ہماری زبان اظہار افسوس کے ساتھ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔

• ادارہ

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

۱۔ دیواریں۔
مہیش چندر نقش
مہیش چندر نقش ۳۰۳ محلہ سرائے اشاہ پور دہلی
صفحات ۱۶۰ قیمت ۵ روپے

۲۔ فکر و نظر
اثر بھارتی
جسونت سنگھ ۱۸۸۲، بلدیو نگر، انبالہ چھاؤنی ہریانہ
صفحات: ۱۱۵
قیمت: ۲ روپے

سید محمد محسن

علمی کتابوں کا ترجمہ

اردو میں علمی کتابوں کی تصنیف وتراجم کے باقاعدہ انتظام کے لئے مرکزی حکومت نے ۱۹۶۹ء میں ترقی اردو بورڈ کے نام سے ایک ادارہ کی تشکیل کی جس کے زیر نگرانی مختلف مضامین پر علمی کتابوں کے ترجمہ کا کام شروع کر دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ مختلف علمی مضامین کی اصطلاحات کے لئے الفاظ وضع کرنے کی مہم بھی جاری کر دی گئی امید ہے کہ مستقبل قریب میں ضروری اصطلاحات کا ذخیرہ مکمل ہو جائے گا۔ ہر مضمون کے لئے ترجمہ سے متعلق الگ الگ پینل کام کر رہا ہے جس کے ارکان مترجم کا انتخاب اپنی ذاتی واقفیت کی بناء پر کر لیتے ہیں اور ترجمہ کا کام بورڈ کی طرف سے اُسے سونپ دیا جاتا ہے۔ مترجم کی صلاحیت کا جائزہ لینے کی غرض سے اُسے پہلے ترجمہ کا نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے جس کی جانچ کے لئے پینل کسی خاص ماہر فن کا انتخاب کرتا ہے اور اس کے فیصلہ کے بعد ہی مترجم کے ساتھ ترجمہ کے سلسلے میں باضابطہ معاہدہ کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ترجمہ مکمل ہو جانے کے بعد اُسے پھر ایک دوسرے تجربہ کار ماہر فن کے پاس نظر ثانی (VETTING) کے لئے پیش کیا جاتا ہے جس کا انتخاب بھی پینل کے ارکان کے ذمہ ہوتا ہے۔ ترجمہ، نمونہ کی جانچ اور نظر ثانی ہر مد کے لئے ایک خاص اجرت مقرر کر دی گئی ہے۔ جس مضمون سے راقم کا تعلق ہے اس پر ابھی کسی کتاب کا ترجمہ مکمل نہیں ہوا ہے اس لئے ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ ترجمہ کا یہ کام کس حد تک حقیقی معنی میں کامیاب ہو سکے گا۔

علمی کتابوں کے ترجمہ کے لئے جہاں کتاب کی زبان اور ترجمہ کی زبان دونوں پر قدرت رکھنا ضروری ہے وہیں مضمون سے گہری شناسائی بھی لازمی ہے۔ ان تینوں صلاحیتوں کا کسی ایک شخص کے اندر جمع ہونا مغربی ممالک کے لئے کوئی غیر معمولی بات نہ ہو لیکن ہمارے ملک میں چونکہ مقامی زبانوں کا استعمال کچھ دن پہلے تک صرف ادبی مضامین کے لئے وقف رہا ہے اور علمی مضامین کے لئے انگریزی سے کام لیا جاتا رہا ہے اس لئے زیادہ تر جو لوگ مقامی زبان میں مہارت رکھتے ہیں انگریزی سے انہیں شناسائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح جنہیں انگریزی پر دسترس ہے وہ عام طور پر اردو سے بے واسطہ رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر تجربہ کار اور کہنہ مشق مضمون داں جنہوں نے ابھی تک انگریزی کے وسیلہ سے تصنیف و تالیف کے کام کئے ہیں اردو ادب سے دلچسپی رکھنے کے باوجود علمی زبان کی حیثیت سے اردو کے استعمال سے قاصر ہیں۔ اس صورت حال میں کسی ایسے شخص کا انتخاب جو صحیح معنی میں علمی کتابوں کا اردو ترجمہ کرنے کا اہل سمجھا جائے ہمارے لئے ایک دشوار امر ہے یہی دشواری اُس ماہر مضمون کے صحیح انتخاب میں بھی حائل ہے جسے ترجمہ کے نمونہ کا جائزہ لینا ہے یا ترجمہ کی تکمیل کے بعد اس پر نظر ثانی کرنا ہے۔ ایک طرف تو ہماری یہ ایک مشکل ہے دوسری طرف ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ جلد از جلد ایک خاص تعداد میں ترجموں کا ذخیرہ جمع کر کے اپنی کارکردگی کا ثبوت پیش کر سکیں اور اس طرح حکومت اور اردو داں پبلک دونوں کو مطمئن کرنے کا سامان بہم کریں۔ چنانچہ ہر علمی مضمون کے لئے ہم نے ایک بڑی تعداد میں کتابوں کا انتخاب کر کے ترجمہ کا کام شروع کرا دیا ہے۔

مترجم کا انتخاب، ترجمہ کی جانچ اور ترجمہ پر نظر ثانی کے سلسلے میں ہم جس طریقہ کار پر عمل کر رہے ہیں اس سے مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ علمی کتابوں کے اردو ترجمہ کی یہ مہم پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے گی اور ترجمہ کی جن خوبیوں کی نشاندہی جناب شہباز، پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر ترقی اردو بورڈ (اسے حال ہی بیورو فور پروموشن آف اردو کا نیا نام دیا گیا ہے) نے آجکل کے شمارہ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں کی ہے شاید ہمارے ترجموں کو حاصل نہ ہو سکیں گی۔ ایک اور اہم مسئلہ بھی قابل غور ہے جس کا بیان کرنا ناگوار ہونے کے باوجود بھی ضروری ہے۔ ایک صاحب نے مجھے ہندی میں علمی کتابوں کے ترجمہ سے متعلق ایسی بات بتائی جو نہایت تشویشناک ہے اور جس کا احتمال علمی کتابوں کے اردو ترجمہ کے [illegible]

نہیں سمجھا جا سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض ماہرین فن جنھوں نے کسی ایک کتاب کے ترجمہ کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے اپنی دوسری گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے ترجمہ کے لئے وقت نکالنے سے قاصر رہے ہیں اور ترجمہ کا کام کسی دوسرے سے کرا کر اپنے نام سے اُسے پیش کرنے میں انھوں نے دریغ نہیں کیا ہے۔ نظر ثانی کرنے والے صاحب نے بھی اُن سے زیادہ مصروف ہونے کی وجہ سے ترجمہ پر محض طائرانہ نگاہ ڈال کر اس کی صحت پر اپنی مہر لگادی ہے۔ ہمارے ملک کی موجودہ فضا دوسری کوتاہیوں کے ساتھ ابتذال کردار کا جو نمونہ پیش کر رہی ہے اس کے آگے ہم اس بات کو مبنی بر مبالغہ سمجھ کر آسانی سے ٹال نہیں سکتے۔ اور چونکہ بری خصلتوں کا زبان سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا اگر ہم اس طرح کی بدعنوانی کو ہندی والوں کے لئے ممکن سمجھنے کو تیار ہیں تو اردو والوں کے لئے بھی ہم اسے قابل قبول سمجھنے سے احتراز نہیں کر سکتے۔

ترجمہ کی ان دقتوں کا حل آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی اگر ہمیں ان نئے مواقع سے حقیقی فائدہ اٹھانا ہے تو دشواریوں سے نکلنے کا کوئی راستہ ضرور ڈھونڈھنا ہوگا۔ مترجم اور دوسرے اہل فن کا انتخاب ہم جس طریقہ سے کر رہے ہیں اس میں ترمیم کے ذریعہ شاید ہم اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی کے امکانات کو زیادہ قوی بنا سکتے ہیں۔ جیسا میں نے عرض کیا ہے ہمیں ایسے افراد کثیر تعداد میں نہیں مل سکتے جو دونوں زبانوں پر قدرت کے ساتھ ترجمہ کے مضمون سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس صورت میں ہم ہر مضمون کے لئے صرف ایک یا دو ایسے افراد پر اکتفا کریں۔ ظاہر ہے کہ علمی مضامین کے ماہر ہمیں یونیورسٹی ہی کے اندر ہی مل سکتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے افراد ہوں گے جو اپنی ترقی کی آخری منزل تک پہونچ کر بھی بہت زیادہ تنخواہ کے حق دار نہیں ہوتے ہیں یا جن کے لئے مستقبل قریب میں ترقی کے دروازے بند ہیں اور ساتھ ہی ان معیاری خصوصیات کے حامل ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے۔ ممکن ہے کہ یہ افراد کسی قلیل مدت یعنی چار یا پانچ سال کے لئے اپنی ملازمت سے عارضی طور پر علیحدہ ہونے کے لئے آمادہ ہو جائیں اور جو تنخواہ انھیں ملتی ہو اور جو دوسری سہولتیں انھیں میسر ہیں سب انھیں بہم کر دی جائیں۔ ان کے علاوہ ہمیں کہیں کہیں ایسے افراد بھی مل سکتے ہیں جو یونیورسٹی کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی کام کرنے کے شوق اور صلاحیت سے عاری نہیں ہوئے ہیں۔ ایکسپرٹ کی حیثیت سے مختلف مضامین کے ترجمہ کی الگ الگ دیکھ بھال کا کام انھیں افراد کے سپرد کر دیا جائے اور مترجم کے انتخاب کی سفارش، ترجمہ کے نمونہ کی جانچ اور ترجمہ پر نظر ثانی ان کے ذمہ کر دی جائے۔ بیورو فور پروموشن آف اردو کا دفتر اخبارات میں ہر مضمون کے مترجموں کی ضرورت کا اعلان کر کے ان سے درخواستیں منگوائے۔ درخواست دہندوں سے اس بات کی فرمائش بھی کی جائے کہ وہ اردو انگریزی زباندانی اور مضمون کی واقفیت کی دوسری شہادتوں کے ساتھ متعلقہ مضمون کی کسی کتاب سے ایک صفحہ ترجمہ کر کے اپنی درخواست کے ساتھ منسلک کر دیں۔ یہ درخواستیں ایکسپرٹ کے پاس بھیج دی جائیں اور وہ درخواستوں کی چھان بین کر کے اپنی سفارشات کے ساتھ انھیں دفتر میں واپس کر دیں۔ پھر کے اگر ان میں سے ضرورت کے مطابق مترجمین کا انتخاب کر کے ہر ایک کے ذمہ مضمون کی کوئی ایک کتاب ترجمہ کرنے کا مقصد دفتر کو بھیج دیں۔ ساتھ ہی کتاب کے کسی ایسے باب کا بھی انتخاب کر کے دفتر کو مطلع کر دیں جس سے مترجم کی صلاحیت کا پورا اندازہ ہو سکے اور جس کے ترجمہ کا نمونہ منتخب شدہ افراد سے طلب کیا جائے۔ یہ نمونہ ایکسپرٹ کے پاس بھیج دیا جائے اور وہ اس کی جانچ کر کے اپنی آخری سفارش دفتر کو بھیج دیں جس کی بنا پر دفتر مترجم سے معاہدہ کا فارم بھروا کر ترجمہ کا کام اس کے سپرد کر دے۔ ترجمہ پر نظر ثانی کا کام بھی ایکسپرٹ کے سپرد کیا جائے۔ موجودہ طریقہ کار کے مطابق نظر ثانی کا کام ترجمہ کی تکمیل کے بعد کیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے کتاب کے صفحات سات یا آٹھ حصوں میں تقسیم کر دئے جائیں اور مترجم ہر حصہ کی تکمیل کے بعد مختلف قسطوں میں ترجمہ کی کاپیاں ایکسپرٹ کے پاس بھیجتا جائے اور وہ اس پر نظر ثانی کر کے مترجم کو واپس کرتے جائیں۔ اس طرح ایکسپرٹ کو بھی نظر ثانی سے نپٹنے میں آسانی رہے گی اور مترجم کو بھی ترجمہ کے

(باقی صفحہ ۷ پر)

مبشر علی صدیقی

ابر احسنی گنوری مرحوم

بدایوں اہل علم کا مرکز رہا ہے۔ صوفیائے کرام نے اسے نوازا ہے اور کسی زمانہ میں مدینۃ الاولیا کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیا نے شروع میں اسی سرزمین کو عزت بخشی اور عہد اکبری میں ملا عبد القادر بدایونی نے اسی جگہ قدم کش ہو کر اپنی مشہور تاریخ لکھی شعر و ادب میں بھی یہ شہر کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ مذاق، فوا، زلالی، بیخود، فانی، شکیل سیکڑوں ناموں میں سے صرف چند گنائے ہیں جن میں سے بیشتر اسی خاک پاک میں ابدی نیند سورہے ہیں۔ روایتی شاعری کی بلکہ روایتی غزل گوئی کی ایک آخری یادگار آبر احسنی گنوری رہ گئے تھے جو ۵ اور ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب میں خدا کو پیارے ہو گئے۔ جس بیدردی کے ساتھ اُن کا قتل ان کے مکان میں بلکہ اُن کے کمرے میں کیا گیا وہ ایک ایسا سانحہ ہے جس پر شعر و ادب جتنا بھی ماتم کرے کم ہے۔ مرحوم کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی اور ان کے شاگردوں کا حلقہ اتنا وسیع ہے کہ ہندوستان کی تقریباً ہر ایک ریاست میں ان کے دو ایک شاگرد پائے جاتے ہیں۔ مرحوم گنور میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے تھے جو ضلع بدایوں کی ایک اہم تحصیل ہے۔ جی ہاں، وہی ضلع بدایوں جو کسی زمانہ میں صوبہ تھا۔ آپ کے ایک مشہور شاگرد تحیر تہمی آپ کے سوانحی حالات کے سلسلے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"خود آبر صاحب کے بیان کے مطابق مڈل پاس کرنے کے بعد یعنی ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک کا زمانہ نوٹ سازی کے چکر میں گزرا۔ ۱۹۲۱ء میں معلمی کی ٹریننگ کی اور اس کے بعد ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ زیادہ تر محکمۂ تعلیم کی ملازمت میں بدایوں اور دیگر مواضعات میں گزرا۔ ۱۹۴۷ء کی وحشت و بربریت کے نتیجے میں تباہ و برباد ہو کر ریاست رامپور چلے آئے۔ جہاں ایک عزیز تلمیذ سید محسن علی محشر کی مساعی سے اورینٹل کالج (مدرسہ عالیہ) میں پہلے گریڈ پر جگہ مل گئی۔ یہاں سے ۱۹۵۳ء میں بغیر پنشن ریٹائر ہو کر احباب رامپور کے ہر چند روکنے کے باوجود آپ گنور چلے آئے"۔

گنور میں مستقل سکونت اختیار کی اور شاگردوں کے کلام پر اصلاح دینا بطور ذریعہ معاش اختیار کیا۔ مشاعروں میں بھی مستقل طور پر شریک ہوتے رہے جس سے آمدنی میں کچھ اضافہ ہوا۔ گذشتہ دس سال سے ادبی خدمات کے صلہ میں حکومت اتر پردیش چھ سو روپیہ سالانہ بطور وظیفہ دے رہی تھی۔

ان کے ایک اور شاگرد ڈاکٹر مستقیم پرمیہی ان کی شاعری کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"مولانا نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن بنیادی طور پر وہ غزل کے شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں کے دو دیوان "نگینے" اور "قرینے" شائع ہو چکے ہیں۔ نظموں کا مجموعہ "سفینے" اور نعتیہ کلام "نگینے" کے نام سے منظر عام پر آیا۔ انھوں نے معائب و محاسن کلام اور عروض و بیان کے نکات کو اپنی کتاب "میری اصلاحیں" کے دو حصوں میں قلمبند کر دیا ہے۔ مولانا نے تذکرہ نویسی کی روایت کو بھی آگے بڑھایا لیکن وہ شاگردوں کے حالات زندگی، اصلاح کلام کے نمونوں، تلامذہ کی ذہنی حیثیت اور شعری معیار کے تبصرے تک محدود ہے۔ ان کے مضامین رسائل میں ہااتفاقاً چھپتے رہتے ہیں جن میں بعض شاعروں کے کلام پر عروضی نقطۂ نگاہ سے بحث کی گئی ہے۔ انھوں نے کہانیاں بھی لکھی تھیں جو مختلف ماہناموں میں چھپی تھیں۔ ان کی ادارت میں ماہنامہ انجمن رامپور سے اور رہنمائے تعلیم دہلی سے شائع ہوتے رہے"۔

آبر گنوری کی غزلیات کے چند اشعار بطور نمونہ

نمایاں پیش کیے جاتے ہیں۔

حرف مرے خیال نے اکثر بہت بنائے ہیں
کوئی الم الم نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں

خوشی کی پھر خوشی کیا ہو اگر کیوں غم کا غم کوئی
خوشی پیہم نہیں ہوتی، مسلسل غم نہیں ہوتا

اگر اہل کرم کے ہاتھ خالی ہیں تو کیا پروا
امیدوں کے سہارے ہیں بہت دامان سائل میں

برابر ہے بھکاری اور سلطان جا کے تربت میں
اس آئینہ میں سب کی ایک ہی تصویر ہوتی ہے

محبت ہے اے اثر روح دو عالم
جہاں یہ نہیں، زندگی بھی نہیں ہے

پھیر لیتی اگر محبت منہ
ہستی کائنات کچھ بھی نہ تھی

دل اپنی دھن میں ناداں اور ناداں ہوتا جاتا ہے
محبت کرتا جاتا ہے پشیماں ہوتا جاتا ہے

فائدے ترک محبت کے ہیں معلوم مگر
دل ہی اس کفر پہ مائل نہیں ہونے پاتا

چمن کو چھوڑ دیں یہ اثر بھی خوب رہی
ہمارا خون بہا ہے کلی کلی کے لئے

بڑھائے جا قدم اے ڈرنے والے نامرادی سے
جو تدبیروں کا حاصل ہو وہی تقدیر ہوتی ہے

سنہ ۱۹۶۲ء میں جناب مخمور حضرت اثر احسنی گنوری کی اسّیویں سالگرہ کے مبارک موقع پر ان کے تلامذہ کی جانب سے دہلی میں ایک جشن منایا گیا اور "تذکرہ اثر" کتاب پیش کی گئی۔ تذکرہ اثر میں متعدد مضامین، ان کی شاعری اور سوانح سے متعلق ہیں۔ چند نظموں میں ان کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک سو کے قریب ان کے شاگردوں کے سوانحی حالات اور نمونۂ کلام درج ہے۔ کتاب کا سرورق حضرت اثر کی تصویر سے مزین ہے اور شاگردوں کے سوانحی حالات کے ساتھ ان کی تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ اثر گنوری کی شعری فتوحات کا جائزہ لینے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

میری اثر گنوری سے گزشتہ تیس سال سے ملاقات تھی۔ ابتدا اور رسالہ "احسن" کے لئے میرے مضمون مانگنے کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد مرادآباد میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج کے سالانہ مشاعروں میں دو ایک مرتبہ اثر گنوری تشریف لائے اور ان کا کلام سننے کے نئے مکان پر مخصوص نشستیں بھی ہوئیں۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں جب وہ مرادآباد تشریف لائے تھے تو ان کے کئی شاگرد بھی وہاں موجود تھے۔ سنہ ۱۹۶۱ء جولائی میں جب میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر بدایوں آیا تو اثر صاحب سے پھر خط و کتابت شروع ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۲ء کے آخر میں جب میرے مضامین کا مجموعہ "صحیفۂ بشارت" دہلی میں چھپ رہا تھا، اثر صاحب اس کی اشاعت کے سلسلہ میں مفید مشورے دیتے رہے۔ جولائی سنہ ۱۹۶۳ء میں کتاب شائع ہو گئی اور میں نے اثر صاحب کو اس کا ایک نسخہ بھیجا۔ اس کی رسید دیتے ہوئے اپنے خط مورخہ ۳۰ اگست سنہ ۱۹۶۳ء میں لکھتے ہیں:-

"مکرمی تسلیم! الکریم صحیفۂ بشارت کا دیدار ہوا۔ بعد مطالعہ یہ خط لکھ رہا ہوں۔ صحیفۂ بشارت صحیفۂ بشارت ہے اور صحیفۂ ادب بھی۔ صحیفۂ نقد و نظر بھی اور چھوٹی سی مختصر تاریخ شعراء و ادبا بھی۔ میں اس کاوش پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

افسوس ان کی اس اچانک موت نے قدیم اور جدید شاعروں کے درمیان کا ایک اہم ستون گرا دیا۔ ان کی غزل گوئی کو آپ روایتی کہہ لیجئے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مرحوم بذات خود ایک ادارہ تھے اور ان کی موت نے ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اہل بدایوں تو ان کے متعلق حرف آخر کہہ سکتے ہیں۔

ہیں کہاں میں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کا سالانہ اجتماع

حیدرآباد: جناب عابد علی خاں معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے:

گذشتہ نو سال سے انجمن کے سرپرستوں، ہمدردوں اور کارکنوں کے جو اجتماع ہر سال منعقد ہو رہے ہیں ان کے مفید نتائج کے پیش نظر انجمن کا آئندہ سالانہ اجتماع ۹ اور ۱۰ر فروری ۱۹۷۴ء کو حیدرآباد میں منعقد ہوگا۔

جہاں تک اردو کے مسائل کا تعلق ہے حکومت کی پالیسی میں کوئی تبدیلی عمل میں نہیں آئی ہے جس کی وجہ سے جامعاتی تعلیم کا مسئلہ ہنوز حل طلب ہے اور نظم و نسق میں بھی ابھی تک اردو کو کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔ اس سلسلے میں کئی یادداشتیں پیش کی جا چکی ہیں اور انجمن کے کئی وفود سابق منسٹر صاحبان سے مل چکے ہیں اور مشیران گورنر کی خدمت میں بھی یاددہانیاں کی جا چکی ہیں لیکن ہماری یہ کوششیں بار آور نہیں ہو سکی ہیں۔ اجتماع میں اس صورت حال پر غور کیا جائے گا۔

عام اجتماع سے قبل ۹ر فروری ۱۹۷۴ء کو صبح میں اردو اساتذہ کا (خواہ وہ کالجوں میں پڑھاتے ہوں یا اسکول میں) ایک اجتماع عمل میں آئے گا جس میں درس و تدریس کے مسائل پر غور کیا جائے گا اور نظام آباد کنونشن میں جو فیصلے ہوئے تھے ان کی عمل آوری کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس اجتماع کے کنوینر ڈاکٹر حسینی شاہد (پرنسپل اردو آرٹس کالج) ہیں جن سے اس بارے میں ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کنوینر صاحب کی جانب سے بھی اساتذہ صاحبان کی خدمت میں ایک سرکیولر روانہ کیا جائے گا۔

۹ر فروری ۱۹۷۴ء کی سہ پہر میں انجمن کی شاخوں کے صدور اور معتمدین کا اجتماع عمل میں آئے گا تاکہ مندرجہ بالا مسائل کے علاوہ تنظیمی امور پر بھی غور کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں انجمن کی شاخوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں ختم جنوری ۱۹۷۴ء تک اردو کے کارکنوں اور ہمدردوں کے اجتماع طلب کر کے اردو کے موجودہ مسائل کے تعلق سے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کریں۔

۱۰ر فروری کو صبح (۱۰) بجے سالانہ کنونشن کا افتتاحی جلسہ منعقد ہوگا۔

اضلاع سے آنے والے حضرات کے قیام و طعام کا انتظام انجمن کی جانب سے "اردو ہال" میں کیا جائے گا۔

امید کہ آندھرا پردیش کے اردو دوست اس سالانہ اجتماع میں شرکت فرما کر اردو کے تعلق سے اپنا فرض پورا کریں گے۔

نامہ نگار۔

آندھرا پردیش کی مقامی شاخوں سے استفسار

حیدرآباد: معتمد تنظیمی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے:

ریاست آندھرا پردیش میں انجمن کی مقامی شاخوں کے صدور، نائب صدور اور معتمدین کے علاوہ دوسرے کارکنوں کا جو اجتماع ۹ اور ۱۰ر فروری ۱۹۷۴ء کو حیدرآباد میں منعقد ہو رہا ہے اس تعلق سے اجتماع کے کام میں بڑی سہولت ہوگی اگر آندھرا پردیش کی ہر مقامی شاخ ایک نوٹ جلد سے جلد صوبائی شاخ کو روانہ کر دے جس میں اختصار کے ساتھ یہ بتلایا جائے کہ اردو تعلیم کی اشاعت اور ترقی میں اسے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور وہ کس قسم کے تنظیمی مسائل سے دوچار ہے۔ اجتماع میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ تمام شرکاء اپنی تقریروں میں ان مشکلات و مسائل کا پورے طور پر اظہار کر سکیں اس لئے یہ گذارش کی جا رہی ہے تاکہ آپ کی روانہ کردہ تفصیلات کی روشنی میں قراردادیں مرتب کی جا سکیں اور تنظیمی ڈھانچہ میں اصلاح ہو سکے۔

اس کے علاوہ اس نوٹ کے ساتھ علیحدہ طور پر حسب ذیل امور کا صراحت کے ساتھ جواب دیا جائے تو تنظیمی مسائل پر غور کرنے میں مدد ملے گی۔

(۱) مقامی شاخ کا قیام کب عمل میں آیا۔
(۲) مقامی شاخ کے آخری انتخابات کب عمل میں آئے؟
(۳) شاخ کا الحاق صوبائی مرکز سے عمل میں آ چکا ہو تو سند الحاق کا نمبر تحریر کیا جائے۔

(۴) شاخ کے موجودہ صدر، نائب صدر، معتمدین اور دوسرے عہدے داروں کے نام معہ سکونتی پتوں کے روانہ کئے جائیں۔

(۵) اگر آپ کے یہاں صرف اڈھاک کمیٹی قائم ہوئی ہے تو باقاعدہ انتخابات کب عمل میں لائے جائیں گے تاکہ صوبائی مرکز سے الحاق عمل میں آسکے۔

• نامہ نگار

نظام آباد میں اردو بیسک ٹریننگ اسکول کا مطالبہ

نظام آباد: جناب غلام نبی نصرت معتمد انجمن ترقی اردو شاخ نظام آباد نے ایک بیان میں کہا ہے کہ انجمن نے نظام آباد میں اردو بیسک ٹریننگ اسکول کے قیام کے لئے مارچ سے مساعی کا آغاز کر دیا ہے۔ اس ضمن میں متعلقہ ارباب تعلیم سے متعدد مواقع پر نمائندگی کی گئی لیکن ستمبر تک بھی اجازت نہ مل سکی معتمد انجمن نے سکریٹری تعلیم کو مطلع کیا تھا کہ انجمن ۵ ستمبر سے مذکورہ اسکول کا آغاز کر رہی ہے لیکن اس کی اجازت نہ مل سکی۔ بیان میں چیف منسٹر سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ نظام آباد میں بیسک ٹریننگ اسکول قائم کرنے کے احکامات جاری کرکے اساتذہ اور معلمات کی ہمت افزائی کریں۔ • نامہ نگار

بیڑ میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام

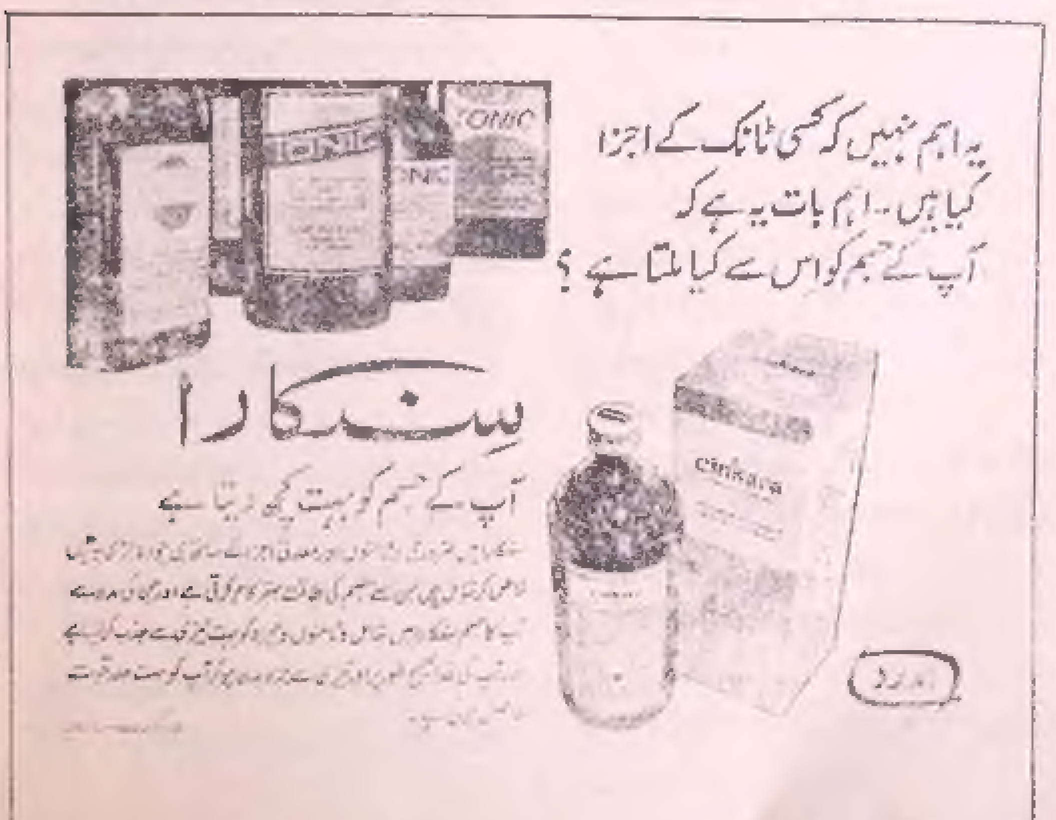
بیڑ: جناب دوار کا داس منتری اڈوکیٹ کی صدارت میں ایک نشست میں انجمن ترقی اردو شاخ بیڑ کا قیام عمل میں آیا۔ انجمن کے لئے الحاج احمد بن عبود (صدر) اور مسٹر دوار کا داس منتری اڈوکیٹ (نائب صدر)، پروفیسر سید شاہ حسین نہری (معتمد) پروفیسر مس ثریا جمال اور نعیم زاہد (شریک معتمدین) اور نورالدین (خازن) منتخب ہوئے۔ ان کے علاوہ (۹) اراکین کا بھی انتخاب عمل میں آیا۔

• نامہ نگار

ابرا حسنی گنوری کو خراج عقیدت

انجمن ترقی اردو، انبالہ کے زیر اہتمام ایک تعزیتی جلسہ میں سحاب محق جناب ابرا حسنی گنوری کے سانحہ قتل پر انتہائی رنج و ملال کا اظہار کیا گیا، اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس سفاکانہ قتل کی سراغرسانی کرا کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دے اور اردو ان کی ادبی خدمات کے پیش نظر ان کی شایان شان یادگار قائم کرے۔

انبالہ۔ اے۔ ایس عابد سا پانی



اخباروں سے تراشے

وزیراعظم اردو کو اس کا مستحق مقام دینے کے حق میں

نئی دہلی ۴۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے نئے سال کو خوش آمدید کہتے ہوئے ایک پریس کانفرنس میں اردو کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر اردو کو اب تک اس کا حق نہیں ملا ہے تو وہ ملنا چاہئے انھوں نے کہا کہ بعض مخالف پارٹیاں خود اس قسم کی غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ یوپی کے آنے والے انتخابات کے پیش نظر کانگریس اردو والوں کو خوش کرنے کی کوشش کر رہی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ کانگریس کا یہ منصوبہ ہے کہ اقلیتوں کو اُن کے جائز حقوق ضرور دئے جائیں۔

• الجمعیۃ دہلی

اردو کا مقام

وزیراعظم نے فرمایا ہے کہ "اردو بولنے والوں کی تعداد دوسری سب زبانوں سے زیادہ ہے" بالکل بجا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ سب سے بڑی آبادی یا لسانی اکثریت جمہوریہ ہند کے آسمان کے نیچے اپنے آئینی اور جائز حقوق سے محروم ہے اور وزیراعظم کی تمام نیک تمناؤں اور خواہشات اور اردو کے بارے میں ہمدردانہ رویہ اور بلند عزائم کے باوجود محروم ہے مگر اس محرومی اور نامرادی کی ذمہ داری غریب اردو والوں پر نہیں ہے۔ انھوں نے پچھلے برسوں کی پوری قوت کے ساتھ اردو کے حق میں صدائیں بلند کی ہیں اور پرامن جمہوری اور تمام آئینی طریقوں سے اس بے یار و مددگار بے گھر اور بے وطن زبان کی افادیت سے بھی قوم اور حکمراں جماعت کو آگاہ کیا ہے اور ان کا حق بھی مانگا ہے۔

وزیراعظم نے مذکورہ بالا انکشاف پارلیمنٹ کے اجلاس کے اختتام پر کانگریس پارلیمانی پارٹی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

"اردو کسی ایک خاص فرقے یا ریاست کی زبان نہیں ہے۔ اردو بولنے والوں کی تعداد دوسری کسی بھی زبان والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ بعض مفاد پرست لوگ اچانک اردو کے حامی اور مددگار بن گئے ہیں اور علی گڑھ یونیورسٹی کی آڑ لے کر صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بہرحال اپوزیشن اس معاملہ میں خواہ کچھ بھی کرے جہاں تک حکومت کا تعلق ہے وہ اردو کے کاز کو فروغ دیتی رہے گی۔"

ہم احسان ناشناس نہیں ہیں کہ اردو کے سلسلہ میں موجودہ وزیراعظم کے دور میں جو کچھ ہوا ہے اس کا اعتراف نہ کریں اور یہ کہتے چلے جائیں کہ اردو کے لئے کچھ نہیں ہوا۔ لیکن ہمیں یہ کہنے میں بھی کوئی تامل نہیں ہے کہ جو کچھ ہونا چاہئے وہ اب تک نہیں ہو سکا ہے اور وہی ہونا چاہئے ہم وزیراعظم کی ان کوششوں اور اقدامات کا اعتراف کرتے ہوئے جو اردو کے سلسلہ میں ان کے دور میں ہوئی ہیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ بات تو آج سبھی پارٹیاں کہتی ہیں کہ اردو کو ترقی دی جانی چاہئے اردو کو فروغ ملنا چاہئے ابتدائی مدارس میں اردو کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے۔ لیکن ان باتوں سے جو بلاشبہ خوش آئند باتیں ہیں نہ اردو کا مسئلہ حل ہوتا ہے نہ اردو والے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ ان کے اطمینان کے لئے ضروری ہے کہ اردو کو صرف ان علاقوں میں جن میں اردو والے ۲۵ برس سے اس زبان کو دوسری سرکاری زبان قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ درجہ یہ مقام اور یہ حیثیت حاصل ہونی چاہئے جب تک یہ قدم نہیں اٹھایا جاتا آپ کی ان نیک خواہشات کو جو آپ اردو کے سلسلے میں رکھتی ہیں عمل کا جامہ نہیں پہنایا جا سکے گا۔

اس لئے ہم وزیراعظم سے یہ گزارش کریں گے کہ انھوں نے جس طرح سے اپنی دوسری پالیسیوں اور پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اقدامات کئے ہیں، اسی طرح وہ اردو کے لئے بھی کریں اور یقین رکھیں کہ جس طریقہ سے دوسرے فیصلوں کے آگے اپوزیشن پارٹیاں سر ٹکرا کر رہ گئی ہیں۔ اس اقدام کے آگے بھی تلملا کر اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گی۔

• اداریہ الجمعیۃ دہلی

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر)

دوسرے اداروں کی خبریں

اقبال سیمینار اور نمائش
شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی میں شاعرِ مشرق

اقبال کے نکر وفن پر سیمینار اور اقبال کی زندگی اور تصانیف کے دلکش پہلوؤں سے متعلق ایک خوبصورت نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ نمائش کا افتتاح پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نے کیا۔

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو نے جناب پروفیسر مسعود حسین کو خوش آمدید کہا۔ ان کی پرکشش اور ہمہ گیر شخصیت کے متنوع پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے امید ظاہر کی کہ مسعود صاحب کی قیادت میں قومی تعلیم کا کارواں نئے حوصلوں کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ دہلی یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے درمیان ایک نیا پل تعمیر ہوگا تاکہ اردو کے فروغ کے لئے بہتر سے بہتر امکانی صورتیں پیدا ہوں۔

ڈاکٹر صعبد الحق شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے "آیہ نور اور اقبال کا فکری اجتہاد" پر فکر انگیز مقالہ پڑھا۔

پروفیسر مسعود حسین نے اقبال کے فلسفہ شاعری پر عالمانہ اور فکر انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اردو کے دوسرے شعرا کو پڑھتے ہوئے بلند قامتی کا احساس ہرگز نہیں ہوتا۔ لیکن غالب و اقبال کے مطالعہ کے وقت سر نیاز جھک جاتا ہے اقبال ہمارے سب سے بڑے مفکر شاعر ہیں جن کے فکر کی اساس اسلام ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ملٹن اور تلسی داس کا ادب مخصوص عقیدے سے پرمغز ہوتے ہوئے بھی باوجود آفاقی ادب بن سکتا ہے تو اقبال کا فکروفن اسلامی اساس رکھتے ہوئے آفاقی ادب کا لازوال شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے اقبال کو سمجھنے کے لئے اقبال کی سی وسعتِ مطالعہ اور فراخیٔ قلب و نظر کی ضرورت ہے تاکہ انسانیت کے دکھ درد کا مداوا ہو سکے کیونکہ اقبال کی شاعری کا مقصد انسان دوستی ہے۔

ڈاکٹر قمر رئیس ریڈر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اقبال کا حلقہ اثر وسیع تر ہو رہا ہے سوویت یونین میں اقبال پر اب تک کئی تحقیقی مقالے پیش کئے جا چکے ہیں۔ ان کے مجموعہ ہائے نظم کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اقبال کو زبان دوست آفاقی شاعر کی حیثیت دی جا رہی ہے۔

• قاضی ظہیر ایم۔اے سکریٹری شعبۂ اردو

اردو ٹیچروں کی بحالی کے لئے بہار اردو اکاڈمی کی سرگرمیاں

رابطۂ عوام سب کمیٹی بہار اردو اکاڈمی پٹنہ کی ایک اہم نشست زیر صدارت پروفیسر عبد المنان بیدل کنوینر اکاڈمی کے دفتر میں منعقد ہوئی۔

میٹنگ میں گذشتہ تجاویز کی توثیق کی گئی اور ان تجاویز کے سلسلے میں سکریٹری صاحب نے جو اقدامات کئے ہیں ان سے حاضرین کو باخبر کیا۔

سکریٹری نے ڈائرکٹر آف پرائمری ایجوکیشن بہار کو اردو ٹیچروں کی بحالی اور دیگر امور کے متعلق جو خط لکھا ہے اس کی تفصیلات کو ممبران کمیٹی نے اخبار ات میں تحریک اشاعت کرنے کا مشورہ دیا۔

سکریٹری نے گزشتہ میٹنگ کی تجویز ۳ کے سلسلے میں اطلاع دی کہ انھوں نے تمام کالجوں کو لکھا ہے کہ وہ اردو سے متعلق سرگرمیوں اور دیگر امور سے اکاڈمی کو مطلع فرمائیں۔

• کنوینر رابطۂ عوام سب کمیٹی

بہار اردو اکاڈمی کا اشاعتی پروگرام

اشاعتی سب کمیٹی (بہار اردو اکاڈمی

پٹنہ) کی ایک اہم نشست پروفیسر کلیم الدین احمد کے مکان پر منعقد ہوئی۔ کمیٹی نے اکاڈمی کے اہتمام میں شائع کرانے کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا انتخاب کیا۔

(الف) مولانا آزاد کی سوانح عمری۔ از نواب سید محمد آزاد (ب) دیوان شاد مکمل (ج) صورۃ الخیال مکمل (د) تذکرہ عظیم آباد۔ از سید بدرالدین

مندرجہ ذیل کتابوں کی اشاعت کے لئے مالی امداد کی منظوری دی گئی۔

(الف) اردو اور ترجمی ایکتا۔ قیوم خضر ۲۰۰۰ روپے
(ب) خلاصۂ کلام نور نوحی۔ ۱۵۰۰ "
(ج) دیوان متنظر۔ سلمان شمسی ۱۶۰۰ "

مندرجہ ذیل ادیبوں اور شاعروں کی تصانیف کو جلد سے جلد منظر عام پر لانے کی سفارش کی گئی ہے۔

(الف) جناب کشتہ گیاوی (ب) جناب انجم مانپوری (ج) جناب عزیز عظیم آبادی (د) جناب فضل حق آزاد۔

یہ بھی طے پایا کہ "بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات" کا خلاصہ شائع کیا جائے بشرطیکہ مصنف کی اجازت حاصل ہو جائے۔ جناب حفیظ بنارسی کا مجموعہ کلام "قول و قسم" جناب رضا نقوی کے حوالہ اور ڈرامہ زریں از جاوید رحمٰن جاگیر پرشاد خلش کے سپرد برائے اظہار رائے کئے گئے طے پایا کہ حافظ شمس الدین کی مثنوی کا مسودہ حاصل کیا جائے اور اشاعت کے تخمینہ کے بعد رقم دی جائے۔

جناب اسدالدین حیدر اور پروفیسر اختر قادری کی کتابوں کی مدت اشاعت میں مزید چھ ماہ کا اضافہ کیا گیا۔ طے کیا کہ محترمہ طیبہ خاتون سے گذارش کی جائے کہ وہ کلام اختر بہاری کی اشاعت کے لئے مسودہ جناب سکریٹری کے حوالہ کر دیں۔ جناب عطا اللہ ماوری فرحت، اکبر حیدری، تسنیم گیاوی، ڈاکٹر محمد عمر، ڈاکٹر نور الحسن، شعر بھاگلپوری معصوم شرقی امیری اور شاہ عطا الرحمٰن عطا کاکوی سے درخواست کی جائے کہ وہ غیر مطبوعات اکاڈمی کے سکریٹری کو برائے اداریہ اشاعت منتخب دیں۔

• بشیر اردو اکاڈمی بہار اشاعتی سب کمیٹی

(صفحہ ۹ سے آگے)

لسانی اقلیتوں کے لئے تعلیم اور سستی کتابیں مہیا کرنے کا مطالبہ

نئی دہلی، نیشنل انٹگریشن پینل نے مرکزی حکومت کو مشورہ دیا

ہے کہ وہ اس امر کی ذمہ داری لے کہ پندرہ سے ۲۰ سال تک ان ریاستوں میں جہاں کی مادری زبان ہندی نہیں ہے ہندی پڑھائی جائے اور جہاں مادری زبان ہندی ہے وہاں ہندوستان کی کسی دوسری موجودہ زبان کی تعلیم دی جائے۔

پینل نے مندرجہ بالا سفارش سہ لسانی فارمولا کے پس منظر میں کی ہے پینل کے نزدیک اس فارمولہ پر زیادہ جوش اور مستعدی سے عملدرآمد ہونا چاہئے۔ پینل نے اس بات پر زور دیا کہ ریاستی حکومتیں سبھی لسانی اقلیتوں کو ان کی کتابیں مناسب قیمت پر مہیا کریں۔ نیز اقلیتوں کی زبان پڑھانے کے لئے ٹریننگ کی ذمہ داری بھی لیں۔

• الجمعیۃ دہلی

اردو کو دہلی میں جائز مقام دینے کا مطالبہ

نئی دہلی، دہلی پردیش جمعیۃ علماء

کی ریاستی کانفرنس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا کہ اردو کو راجدھانی میں مناسب مقام دیا جائے اور اس کی ترقی اور فروغ کے لئے سرکاری سطح پر ضروری اقدامات کرنے کے ساتھ ساتھ تمام ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو تعلیم کا انتظام کیا جائے اور ضروری نصابی کتابوں کی بروقت فراہمی کا انتظام کیا جائے۔ اور تمام اردو مڈل اسکولوں کو ہائر سکنڈری اسکولوں میں بدل دیا جائے اور تمام نصابی کتابوں کی جانچ کرکے ان کو فرقہ وارانہ زہر سے پاک کیا جائے۔

• حیات۔ نئی دہلی

(صفحہ ۴ سے آگے)

آغاز میں ہی ایسی احتیاط برتنے کا اہل بن سکے کہ ان کی نشاندہی آسے اکسپرٹ کے ذریعہ مل جائے گی۔

یہ تجویز عام اشاعت کے لئے اس غرض سے بھیج رہا ہوں کہ اہل الرائے اصحاب اس کی افادیت پر غور و خوض کرکے ضروری ترمیمات سے مجھے مطلع کریں۔ تاکہ ترمیم کے بعد مفید لائحہ عمل تیار کرکے میں اسے پروموشن آف اردو بورڈ کے پاس بھیج دوں۔

تبصرہ

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

- تذکرہ معاصرین
- مالک رام
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی
- پندرہ روپیے

ہمارے ملک کے مشہور مصنف مالک رام صاحب کی تصنیفی زندگی کا آغاز "عورت اور اسلامی تعلیم" جیسے مذہبی موضوع سے ہوا تھا، اس کے بعد وہ مختلف النوع کاموں میں مصروف ہوئے چنانچہ انھوں نے ذکر غالب اور تلامذۂ غالب کے نام سے دو کتابیں علمی دنیا کے سامنے پیش کیں۔ اس کے علاوہ خطوط غالب، تذکرہ، ترجمان القرآن اور گل رعنا وغیرہ کو مناسب اور مفید ڈھنگ سے مرتب (ایڈٹ) کرکے اردو زبان کے ادبی سرمایہ میں اضافہ کیا۔ اب ان کی ایک کتاب "تذکرۂ معاصرین" منظر عام پر آئی ہے جس میں انھوں نے اپنے ان ستر معاصرین کے حالات پیش کیے ہیں جن کا انتقال ۷۰ء سے ۷۶ء تک کے درمیان ہوا ہے۔ ان معاصرین میں صف اول کے بزرگ بھی ہیں اور وہ حضرات بھی ہیں جو صرف ایک مخصوص حلقے تک ہی روشناس تھے۔ مالک رام صاحب نے نسبتاً غیر معروف افراد کے مفصل حالات یکجا کرکے آنے والوں کے لیے مفید مواد فراہم کردیا ہے۔

ہماری زبان میں تذکرہ نگاری کا فن بہت پرانا ہے، لیکن قدیم تذکرہ نگاری کا سب سے بڑا عیب اس کا مسجع اور مقفیٰ عبارت میں ہونا ہے۔ مثلاً اگر میر تنگ کا ذکر مصنف کو کرنا ہے تو وہ لکھے گا "منتقید بزم افادہ بیک رنگ دلاور خاں میر تنگ"[1] یا اگر بیتاب کا تذکرہ کرنا ہوگا تو لکھے گا "نکتہ سنج معانی یاب، محمد اسماعیل بیتاب"[2] اس انداز تحریر کی وجہ سے صاحب تذکرہ کا اصل فضل و کمال ظاہر نہیں ہونے پاتا صرف تذکرہ نگار کی الفاظ پروری ہی ہمارے سامنے آتی ہے اس لئے ہمارے قدیم تذکرے اپنی تاریخی اہمیت کے باوجود افادیت کے نقطۂ نظر سے کچھ یوں ہی سے ہیں، اس حقیقت کو اگر مد نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ہماری زبان کو ایسی تذکرہ نگاری کی کتنی ضرورت ہے جس میں صاف، سادہ اور واضح الفاظ میں کسی فرد کی حیات اور اس کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے اور ان کے بارے میں ایسا مواد فراہم کردیا جائے جو ان پر مزید کام کرنے والوں کے لیے ماخذ کا کام دے سکے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مالک رام صاحب نے زیر تبصرہ کتاب میں اسی طرح کی تذکرہ نگاری کے نمونے پیش کیے ہیں۔

اس کتاب کے وہ تذکرے بڑے اہم ہیں جو غیر معروف افراد کے حالات و کوائف پیش کرتے ہیں مثلاً آفتاب پانی پتی، اخگر فیروزپوری، باسط اودھی، بیدل بیکانیری، دیا بریلوی، ساحر، شاغل قادری، صولت ٹونکی، عارف عباسی، قیس بنارسی کے تذکرے اس لحاظ سے بڑے اہم ہیں کہ ان حضرات کے بارے میں مالک رام صاحب نے جو مواد فراہم کردیا ہے وہ کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوتا۔ آگے چل کر اگر ان حضرات پر بھی کام کرنے کی ضرورت لوگوں نے محسوس کی تو وہ "تذکرہ معاصرین" سے بے نیاز نہ رہ سکیں گے۔

۲۲×۱۸ کے ۴۴۴ صفحات کی یہ کتاب مکتبہ جامعہ نے بڑی صاف ستھری چھاپی ہے مگر اس کے باوجود اس کی قیمت پندرہ روپے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

[1] [2] تذکرۂ ریختہ گویاں ص ۴۲۔ ۲۵ اورنگ آباد ۱۹۳۳ء

مالک انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ و ایڈیٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے مسلم ... پریس علیگڑھ میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شائع کیا